جملہ حقوق محفوظ ہیں ۔ بلا اجازت کوئی صاحب طبع کرنے کا قصد نہ کرے

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

الحمد للہ کہ کتاب مستطاب مظہر فیوضات الٰہیہ الموسوم بہ

انوارِ شمسیہ

المسمی بہ اسمِ تاریخی

خطبہ چشتیہ

۱۳۳۵ھ

از تالیف لطیف فصاحت نشان مولوی امیر بخش منشی دربار سیال شریف

بمنظوری مقتدائے عالمین حضرت ضیاء الملت والدین صاحب سجادہ نشین

باہتمام رائے بہادر لالہ موہن لال
مطبوعہ مطبع مفید عام واقع شہر لاہور
سنہ ۱۳۳۵ھ

تعداد کتاب ۱۰۰۰ بار اول ہدیہ کتاب صرف ۸/ عہ

۱۹۱۶ء

واقعی راست ہے۔ اور اس موکر کی تقریب میں صاحبزادہ محمد عبداللہ صاحب
نے تائید کی کہ میں ایک دن مقام توسہ شریف حضرت محمود صاحب کی خدمت
منیف میں بیٹھا ہوا تھا۔ اُس ذوالکرام نے مجلس عام میں فرمایا کہ میں نے اپنے
حضرت صاحب یعنے والد ماجد سے یہ سنا ہے کہ مولوی شمس الدین صاحب کمالات
میں اکرم ترین تھے۔ مگر مولوی محمد الدین اُن سے بھی بعض مراتب میں برتر ہیں +

ذکر دیگر

مولوی محمد سعید صاحب ساکن میانی زین پورہ متصل برج اور فضل احمد فرزند

ساکن رنڈری نے میرے پاس ذکر کیا کہ مولوی صاحب قاضی محمد ساکن نوشہرہ نے جو عالم متبحر اور فاضل نامور ہیں۔ بصدق زبان یوں بیان کیا جب حضرت شمس العارفین جنت بریں میں اقامت گزیں ہوئے تو اُس وقت آنحضرت کی فرقت اور حسرت سے میں ایسالاچار اور بیقرار ہؤا کہ سیال شریف کے دربار پر جانا بھی واگذار کر دیا۔ اس خیال پر کہ جب وہ مقتداء زمان اُس مکان سے خرام فرما گئے ہیں تو اب کس کے لئے وہاں جاؤں اور کس کو حال سناؤں۔ چونکہ میں اس حالت پُر ملامت میں کتاب فتوحات مکی اکثر اوقات مطالعہ میں رکھتا تھا اور وقت بسر کرتا تھا۔ ایک دن اُس میں سے وحدت وجود کی نسبت ایک لاحل مقام جو مشکل تمام تھا ملاحظہ میں گذرا۔ میں نے بہت فکر دوڑایا۔ مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ آخر ہندوستان کے علماء کبار اور فضلاء نامدار سے اُس کی بابت استصواب کیا تو بعض نے یہ جواب دیا کہ یہ ہفوات صوفیہ ہیں۔ اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے بھی ارقام کیا کہ یہ شطحیات صوفیہ ہیں۔ یعنے یہ کلام مہمل اور ناکام ہے اور لغویات صوفیا عظام ہے۔ بعدہ ایک دن اتفاقاً ایک مقدمہ کے دوران میں ساہیوال کے مقام تک میرا جانا ہؤا جو وہاں حاکم کا قیام تھا اور اُس کی پیشی میں مجھے حاضری کا فرمان تھا۔ جب اُس کے محکمہ سے میں فارغ المرام ہؤا تو دل میں خیال آیا کہ اس محال سے سیال شریف بہت قریب ہے۔ جا کر شمس الانوار کی مزار کا ذرہ دیدار کر لوں پس وہاں سے چل کر خانقاہ انور پر حاضر ہؤا۔ اور بعد حصول آستان بوسی اور خاک لیسی حضرت صاحب ثانی کی قدمبوسی کی تو آپ اُس وقت حیات اللہ خان افغان سے کچھ بیان فرما رہے تھے۔ فی الحال کشف کمال سے میرے خیال کو جو ہر وقت لاحق حال تھا۔ اُس ذوالعلوم نے مفہوم کیا۔ اور خاں صاحب مذکور کو بدستور مخاطب رکھکر اُن کلمات مشکلات کا جو میرے دل میں مخطور تھے جواب باصواب دینا شروع کر دیا۔ چنانچہ فی الآن اُس لاحل کلام کے معانی تمام باحسن ترین آیئن سے مجھے ذہن نشین

ہو گئے۔ دل کے خطرات اور تفکرات خاطر حزین سے سب چلے گئے + رباعی

چوں حیات حضرت ثانی بہ آخر حد رسید	مرض وجع الاذن لاحق گشت تا مدت مدید
پس بہ امر کردگار از عالمے ناپائدار	رخت خود با عز و حرمت جانب جنت کشید

جب وہ پیشوائے عارفان زمان اور برگزیدہ دانایان جہان اپنی اولادِ کرام کے سب کاموں کو سر انجام کر کے فارغ المرام ہو چکے تو بتقدیر کردگار کان کے درد سے بیمار ہو گئے۔ اور مدت بسیار بیقرار رہے۔ طبیبان حاذقین اور ڈاکٹران عاقلین نے علاج سازی میں بڑی حیلہ پردازی کی۔ مگر بیماری کی حدت سے کچھ خفت نہ ہوئی۔ بلکہ دن بدن مرض بڑھتی گئی اور قوت گھٹتی گئی۔ آخرہ بامر سبحان وہ قدوۂ دوران ۲۔ ماہ رجب ۲۷ سنہ ۱۳ ھ ہجری کو دار ناپائدار سے رحلت گزین ہو کر جنت بریں میں راحت نشین ہوئے۔ تمام غلامان پسماندگان مفارقت کے بیابان میں پریشان اور سرگردان ہو رہے۔ اس غم اور الم سے کل عالم میں ایک ایسا ماتم رونما ہوا۔ جس سے ہر اطراف اور ہر اکناف میں ایک محشر برپا ہو گیا ہر انسان کی جان بریان سے درد کی فغاں آ رہی تھی۔ گویا تمام زمین غمگین ہو کر بصد سوز و گداز درد کے آواز سے شور مچا رہی تھی +

رباعی فراقیہ

از فراقش در جہاں برخاستہ شور و فغاں	گشت نالاں جن و انسان ہم زمین و آسمان
خادمانِ درگہش دیوانہ وش پُر درد و غم	گاہ افتاں گاہ خیزاں و ست حسرت زناں

آخر آپ کی لاش مبارک کو غسل با طہارت و دیگر تجہیز اور تکفین کے بعد شمس الانوار کے دربار پر بہ شمولیت ہزاران ہزار صلحا اور ابرار نماز جنازہ پڑھی گئی۔ اور خلقت زوار بے شمار آپ کے چہرہ تابدار سے جو بر حمت کردگار خورشید کی مثل انوار کے چمکار نمودار تھے دیدار سے مشرف ہوئی۔ بعدہٗ اُس مغفور رب العالمین کو صندوق چوبین میں بہ عظمت تریں رکھکر حضرت شمس العارفین کے روضہ بریں میں مدفون کیا گیا +